

ایک مثالی عالم؛ شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباڑ

پروفیسر رشید احمد صدیقی اپنی کتاب 'گنج ہائے گراں مایہ' میں لکھتے ہیں کہ "موت سے کسی کو مفر نہیں، لیکن جو لوگ ملی مقاصد کی تائید و حصول میں تادم آخر کام کرتے رہتے ہیں، وہ کتنی ہی طویل عمر کیوں نہ پائیں، ان کی وفات قبل از وقت اور تکلیف دہ محسوس ہوتی ہے۔"

شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباڑ پر یہ جملہ مکمل طور پر صادق آتا ہے جو ۱۳ دسمبر ۲۰۰۸ء مطابق ۱۴ رذی الحجہ ۱۴۲۹ھ بروز ہفتہ رات آٹھ بجے سیالکوٹ میں اس دنیائے فانی سے رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

مولانا جانباڑ نے اپنی ساری زندگی دین اسلام کی نشر و اشاعت، کتاب و سنت کی ترقی و ترویج اور حفاظت، شرک و بدعت و محدثات کی تردید و توبیخ اور ادیان باطلہ کے رد میں وقف کر دی تھی۔ مولانا جانباڑ علوم اسلامیہ کے بحر ذخار تھے۔ وہ بیک وقت مفسر بھی تھے اور محدث بھی، مؤرخ بھی تھے اور محقق بھی، مصنف بھی تھے اور صحافی بھی، دانشور بھی تھے اور نقاد بھی، ادیب بھی تھے اور مبصر بھی، معلم بھی تھے اور متکلم بھی، مقرر بھی تھے اور واعظ بھی، اور سب سے بڑھ کر آپ اہل حدیث کے نامور مفتی بھی تھے۔

مولانا جانباڑ مرحوم اسلامی تاریخ کے اُن علمائے سلف کی ایک زندہ یادگار تھے جو مسلمانوں کے عروج و زوال کے رموز سے آگاہ ہو چکے تھے۔ مولانا جانباڑ پاکستان کے ان چند منتخب اور مختص علماء میں شامل تھے جنہیں علوم اسلامیہ پر رسوخ حاصل تھا اور میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ مولانا کو تفسیر، حدیث، تاریخ، اسماء الرجال اور فقہ میں جو عبورِ کامل تھا، شاید کسی اور عالم کو اتنا درک حاصل نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو حمیتِ دینی کا جو جوہر عطا فرمایا تھا، وہ بہت کم لوگوں کو ملتا ہے۔ مولانا دینی غیرت و حمیت سے مالا مال تھے۔

مولانا جانباڑ قحط الرجال کے اس دور میں عام مسلمانوں کے لیے اور خاص کر جماعت اہلحدیث کے لیے گوہر شب چراغ اور اللہ تعالیٰ کی نشانی تھے۔ ان کی رحلت سے طبقہ علما میں جو خلا پیدا ہوا ہے، اس کا پُر ہونا مشکل ہی نہیں، ناممکن نظر آتا ہے۔ مولانا جانباڑ جیسی نابغہ روزگار اور نادر ہستیاں روز بروز پیدا نہیں ہوتیں جو کتاب و سنت کی اشاعت اور فروغ میں دیوانہ وار مصروف ہوں۔

اب نہ آئے گا نظر ایسا کمالِ علم و فن
گو بہت آئیں گے دنیا میں رجالِ علم و فن

مولانا محمد علی جانباڑ انتہائی منکسر مزاج، دور اندیش اور تعمیری و مثبت فکر رکھنے والے انسان تھے۔ ان کا سب سے بڑا علمی کارنامہ جامعہ رحمانیہ (سابقہ جامعہ ابراہیمیہ) کا قیام ہے جس نے ملک کو سنجیدہ، اچھے لکھنے والے اور خطیب حضرات دیئے۔

مولانا محمد علی جانباڑ کی رحلت موت العالم موت العالم کی مصداق ہے۔ وہ بیک وقت ایک عالم دین بھی تھے، مدرّس بھی تھے اور مفتی بھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو فہم و بصیرت سے نوازا تھا اور فنِ تحریر کے ساتھ خطابت کی صلاحیت بھی دی تھی۔ آپ اخلاق و شرافت کا مجسمہ اور علم و حلم کے پیکر تھے۔ بڑے متواضع، زاہد و عابد اور مرتاض تھے۔ اتباعِ سنت میں ان کی مثال نہیں ملتی۔ بڑے خوددار اور صابر و شاکر تھے۔ جاہ و ریاست کی کبھی خواہش نہیں کی، بہت خلیق اور ملنسار تھے۔ میراُن سے ۱۹۸۰ء سے ذاتی تعلق تھا۔ ہر ماہ دو ماہ بعد ان کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ بڑی محبت اور شفقت سے ملتے اور مہمان نوازی میں کوئی کسر اٹھانے نہ رکھتے۔

مولانا جانباڑ کی شخصیت اس قدر ہمہ گیر اور ہمہ صفت ہے۔ جس کی مثال شاید اس زمانے میں ناپید ہے۔ آپ ایک شب زندہ دار بزرگ بھی تھے اور عالم ربانی بھی، اور بے مثال اہل قلم بھی۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی دینی فہم بھی عطا کی تھی اور دنیاوی شعور بھی۔ آپ پاکیزہ اخلاق کا مجسمہ تھے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ کے کردار میں صحابہ کرامؓ کی اتباع کی پوری جھلک دکھائی دیتی تھی۔ مولانا جانباڑ کی ذاتِ گرامی قدیم روایاتِ صالحہ کی قیمتی یادگار تھی۔

عالمانہ تہذیب و شائستگی کی ایک فلک بوس عمارت آپ کے انتقال سے زمین پر آ رہی جو بڑی دلکش، بڑی بلند اور قابل حفاظت تھی۔ ان کی رحلت سے اُمت اسلامیہ ایک ناقابل تلافی نقصان سے دوچار ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائے۔

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لَئیم
تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کیے

مولد و مسکن

شیخ الحدیث مولانا محمد علی جاناباز ۱۹۲۴ء میں مشرقی پنجاب کے ضلع فیروز پور کے قصبہ چک بدھر میں پیدا ہوئے، والد کا نام حاجی نظام الدین اور راجپوت وڈو برادری سے تعلق تھا۔

ابتدائی تعلیم

اپنے قصبہ میں ہی تعلیم کا آغاز قرآن مجید سے کیا۔ قرآن مجید میں آپ کے استاد مولانا محمد تھے جو دارالحدیث رحمانیہ دہلی کے فارغ التحصیل تھے۔ قرآن مجید کے علاوہ ابتدائی دینی کتابیں بھی مولانا محمد سے پڑھیں۔ اس کے بعد مولانا محمد کی ترغیب سے آپ مدرسہ راجووال تشریف لائے، جہاں آپ تین ماہ زیر تعلیم رہے۔

۱۹۵۱ء میں مولانا جاناباز صوفی محمد عبداللہ وزیر آبادی کے مدرسہ تعلیم الاسلام اوڈانوالہ میں داخل ہو گئے اور اس مدرسہ میں آپ نے دو سال تک تعلیم حاصل کی۔ اوڈانوالہ میں آپ کے اساتذہ مولانا محمد صادق خلیل اور مولانا پیر محمد یعقوب قریشی تھے۔

۱۹۵۲ء میں آپ وزیر آباد تشریف لائے اور دارالحدیث میں مولانا عبداللہ مظفر گڑھی سے علوم اسلامیہ میں استفادہ کیا۔ اس کے ساتھ آپ مولانا محمد رمضان سندھی جن کا تعلق دیوبندی مکتب فکر سے تھا اور جامع مسجد حنفیہ مین بازار وزیر آباد میں خطیب تھے، اُن سے مقاماتِ حریری اور شرح تہذیب کا درس لیا۔

۱۹۵۲ء میں قادیانیوں کے خلاف تحریک چلی، علمائے کرام حکومت کے خلاف تقریریں کرتے تھے اور اپنی گرفتاریاں پیش کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کو بھی گرفتار کر لیا گیا، لیکن چھ گھنٹے

حراست میں رکھ کر رہا کر دیا گیا۔

۱۹۵۲ء میں وزیر آباد سے جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ آ گئے۔ اس وقت جامعہ اسلامیہ میں حضرت العلام شیخ العرب والعجم حافظ محمد محدث گوندلوی شیخ الحدیث تھے اور مولانا ابوالبرکات احمد مدراسی نائب شیخ الحدیث تھے۔ آپ نے علوم اسلامیہ کی تحصیل ان دونوں علمائے کرام سے کی۔ مولانا فاروق احمد راشدی اور مولانا عطاء الرحمن اشرف آپ کے ہم درس تھے۔

۱۹۵۵ء میں جامعہ سلفیہ فیصل آباد (لاک پور) کا قیام عمل میں آیا اور ۱۹۵۸ء میں جامعہ سلفیہ اپنی بلڈنگ میں منتقل ہوا اور حضرت العلام حافظ محمد محدث گوندلوی کو جامعہ سلفیہ کا صدر مدرس مقرر کیا گیا تو مولانا جانناز نے جامعہ سلفیہ میں داخلہ لے لیا اور حضرت محدث گوندلوی سے دوبارہ صحیح بخاری، موطا امام مالک اور حجتہ اللہ البالغہ کا درس لیا۔ ان کے علاوہ آپ نے جامعہ سلفیہ میں مولانا شریف اللہ خان سواتی اور مولانا غلام احمد حریری سے بھی بعض درسی کتابیں پڑھیں۔

اساتذہ کرام

مولانا جانناز نے مختلف اوقات میں جن علمائے کرام سے اکتساب فیض کیا، ان کے نام درج ذیل ہیں:

- | | |
|----------------------------------|---------------------------------------|
| ① مولانا محمد رحمائی | ② مولانا محمد صادق خلیلؒ |
| ③ مولانا پیر محمد یعقوب قریبیؒ | ④ مولانا عبداللہ مظفر گڑھیؒ |
| ⑤ مولانا ابوالبرکات احمد مدراسیؒ | ⑥ مولانا پرو فیسر غلام احمد حریریؒ |
| ⑦ مولانا شریف اللہ خان سواتیؒ | ⑧ حضرت العلام حافظ محمد محدث گوندلویؒ |

فراغت تعلیم اور تدریس

۱۹۵۷ء میں جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ سے فارغ ہوئے اور ۱۹۵۸ء میں جامعہ سلفیہ فیصل آباد سے سند فراغت حاصل کی۔

۱۹۵۹ء میں مولانا محمد اسحاق چیمہ جامعہ سلفیہ کے مہتمم تھے۔ ان کی سفارش پر شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ نے آپ کو جامعہ سلفیہ میں استاد مقرر کیا۔ اور اس کے ساتھ جامعہ سلفیہ

کی لائبریری کی فہرست مرتب کرنے کی ذمہ داری بھی سونپی گئی۔ علاوہ ازیں اساتذہ کی تنخواہیں اور دیگر جملہ انتظامی امور بھی آپ کے سپرد تھے۔ جامعہ سلفیہ میں آپ ۱۹۶۲ء تک اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔

سیالکوٹ آمد: ۱۹۶۲ء میں مولانا جاناباز مولانا حافظ محمد شریف مرحوم کی درخواست پر سیالکوٹ تشریف لائے اور جامع مسجد اہلحدیث ڈپٹی باغ میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور ایک سال تک آپ اسی مسجد میں تدریس فرماتے رہے۔ ۱۹۶۲ء میں آپ مسجد اہلحدیث میانہ پورہ تشریف لے گئے۔

جامعہ ابراہیمیہ کا قیام

۱۹۶۳ء میں مسجد اہلحدیث میانہ پورہ میں جامعہ ابراہیمیہ کا قیام عمل میں آیا۔ اس مدرسہ کو قائم کرنے میں حاجی خدا بخش مرحوم پیش پیش تھے اور مدرسہ کے تمام اخراجات حاجی صاحب خود برداشت کرتے تھے۔ اس مدرسہ (جامعہ ابراہیمیہ) کا صدر مدرس مولانا جاناباز کو مقرر کیا گیا اور مولانا عطاء الرحمن اشرف صاحب کو نائب مدرس مقرر کیا گیا۔ ۱۹۷۰ء میں حاجی خدا بخش مرحوم نے مدرسہ کے اخراجات پورے کرنے سے انکار کر دیا اور مدرسہ بند کرنے کا اعلان کر دیا۔ میانہ پورہ میں مدرسہ بند ہونے کے بعد مولانا جاناباز جامع مسجد اہلحدیث ناصر روڈ منتقل ہو گئے اور اس مسجد میں جامعہ ابراہیمیہ کے زیر اہتمام مولانا عطاء الرحمن اشرف کے تعاون سے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور ۱۹۷۹ء تک یہ دونوں علمائے کرام اسی مسجد میں تدریس فرماتے رہے۔

جامع مسجد اہلحدیث ناصر روڈ میں تشریف لانے کے بعد مولانا جاناباز نے علیحدہ مدرسہ کی بلڈنگ کی تعمیر کے لیے کوشش شروع کر دی تھی۔ چنانچہ پہلے زمین خریدی گئی اور اس کے بعد ساتھ ساتھ تعمیر کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ چنانچہ ۱۹۸۰ء میں تعمیر مکمل ہوئی اور مدرسہ اپنی بلڈنگ میں منتقل ہو گیا۔ حضرت العلام حافظ محمد محدث گوندلوی نے افتتاح کیا۔ اسی سال تقریب صحیح بخاری میں حضرت محدث گوندلوی نے آخری حدیث کا درس دیا اور سیرت امام بخاری پر علامہ

احسان الہی ظہیر نے بڑی جامع و علمی تقریر ارشاد فرمائی۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ مدرسہ ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ اب اس مدرسہ کا نام بعض وجوہ کی بنا پر جامعہ ابراہیمیہ کی بجائے جامعہ رحمانیہ ہو گیا ہے۔

فطری مواہب اور ذاتی خصوصیات

اخلاق و عادات کے اعتبار سے مولانا جانباڑ نہایت پاکیزہ انسان تھے۔ عزت، شرافت، قناعت اور وجاہت ان کی سیرت کا جوہر خاص تھی۔ زہد و ورع، تقویٰ و مہارت اور شائل و اخلاق میں سلف صالحین اور علمائے ربانین کے اوصاف کے حامل تھے۔ اتباع سنت میں اپنی مثال نہیں رکھتے تھے۔

مولانا جانباڑ قدرت کی طرف سے بڑا اچھا دل و دماغ لے کر پیدا ہوئے تھے۔ روشن فکر، درد مند دل اور سلجھا ہوا دماغ پایا تھا۔ ذہانت و ذکاوت کے ساتھ غیر معمولی حافظہ کی نعمت سے اللہ تعالیٰ نے سرفراز فرمایا تھا۔ ٹھوس اور قیمتی مطالعہ ان کا سرمایہ علم تھا۔ علمی و دینی مسائل کی تحقیق میں ان کو ید طولیٰ حاصل تھا اور تاریخ پر گہری اور تنقیدی نظر رکھتے تھے۔

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ، حافظ ابن قیم، حافظ ابن حجر، امام شوکانی اور مولانا سید نواب صدیق حسن خان رحمہم اللہ اجمعین کی تصانیف کے شیدائی تھے۔ علمائے اہلحدیث میں مولانا شمس الحق ڈیلانوی، مولانا عبدالرحمن محدث مبارکپوری، شیخ الاسلام مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری، مولانا محمد ابراہیم میرسیالکوٹی، حضرت العلام مولانا حافظ عبداللہ روپڑی، مولانا سید محمد داؤد غزنوی، مولانا محمد اسماعیل سلفی، مولانا محمد عطاء اللہ حنیف اور مولانا محمد حنیف ندوی رحمہم اللہ اجمعین سے بہت زیادہ متاثر تھے اور ان علمائے کرام کی دینی و علمی اور قومی و ملی خدمات کے بہت زیادہ معترف تھے۔ اپنے اساتذہ میں حضرت العلام محدث گوندلوی اور مولانا ابوالبرکات احمد کے علم و فضل کے بہت زیادہ معترف تھے اور ان ہر دو علمائے کرام کا تذکرہ بڑی عقیدت اور محبت سے کیا کرتے تھے۔

دورِ حاضر کے علما میں مولانا ارشاد الحق اثری، مولانا محمد اسحاق بھٹی، مولانا حافظ صلاح

الدین یوسف، پروفیسر ڈاکٹر فضل الہی اور مولانا فاروق راشدی کے علم و فضل اور ان کی علمی و دینی خدمات کا اعتراف کرتے رہتے۔ مولانا جاناباز کے خصائل میں سے ایک یہ بھی تھا کہ آپ شروع ہی سے سادہ لباس استعمال کرتے تھے اور نمائش سے سخت نفرت کرتے تھے۔

تصانیف

مولانا جاناباز عربی و اردو کے بلند پایہ مصنف تھے۔ ان کی تصانیف کی فہرست درج ذیل ہے:

- ① اہمیت نماز ② صلوٰۃ مصطفیٰ ﷺ ③ معراج مصطفیٰ ﷺ
 - ④ آل مصطفیٰ ﷺ ⑤ احکام سفر ⑥ حرمت متعہ
 - ⑦ عورت کا سیاست میں حصہ لینے کی شرعی حیثیت
 - ⑧ نفحات العطر فی تحقیق مسائل عید الفطر
 - ⑨ احکام دعا و توسل ⑩ ارکان اسلام
 - ⑪ توہین رسالت کی شرعی سزا ⑫ تحفۃ الوریٰ فی تحقیق مسائل عید الاضحیٰ
 - ⑬ دوران خطبہ دو رکعت پڑھنے کا حکم ⑭ صفات المؤمنین
 - ⑮ احکام نکاح ⑯ احکام عدت
 - ⑰ حرمت متعہ بجواب حلت متعہ ⑱ احکام طلاق
 - ⑲ اسلام میں صلہ رحمی کی اہمیت ⑳ احکام وقف و ہبہ
 - ㉑ رزق حلال اور رشوت ㉒ احکام قسم و نذر
 - ㉓ مشورہ اور استخارہ کی شرعی حیثیت ㉔ اسلام میں ووٹ کی شرعی حیثیت
 - ㉕ تحریک پاکستان اور موجودہ حکمران ㉖ شرح اربعین ابراہیمی
 - ㉗ شرح اربعین ثنائیہ ㉘ رمضان کیسے گزاریں؟
 - ㉙ شرح نخبۃ الاحادیث از مولانا سید محمد داؤد غزنوی اور
 - ㉚ إنجاز الحاجة شرح سنن ابن ماجہ (عربی) ۱۲ مجلدات
- (مولانا جاناباز کی تصانیف کا اجمالی تذکرہ ان شاء اللہ علیحدہ مضمون میں کیا جائے گا)

علاقت اور وفات

مولانا جانباڑ ۲۰۰۷ء کے شروع سے ہی علیل چلے آ رہے تھے، لیکن علاج سے انہیں خاص افادہ ہو گیا تھا۔ جامعہ رحمانیہ میں باقاعدہ آنا شروع کر دیا اور تدریس کا سلسلہ بھی شروع کر دیا تھا۔ رمضان ۱۴۲۹ھ شروع ہوا تو مولانا نے روزے رکھنا شروع کر دیئے۔ صرف گیارہ روزے رکھے تو دوبارہ بیماری کا حملہ ہوا۔ پہلے سیالکوٹ ہسپتال میں زیر علاج رہے، بعد میں لاہور ہسپتال میں بھی داخل کرادیئے گئے، لیکن

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

چنانچہ مولانا کو سیالکوٹ واپس لایا گیا۔ دوائیاں استعمال کرتے رہے، لیکن کمزوری میں دن بدن اضافہ ہوتا گیا۔

راقم مولانا کی وفات سے تین ہفتہ قبل عیادت کے لیے حاضر ہوا۔ اتفاق سے مولانا عارف جاوید محمدی (کویت) بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ مولانا کے صاحبزادے پروفیسر عبدالعظیم نے تنکیہ کے سہارا سے بٹھایا تو مولانا عارف جاوید اور راقم سے مصافحہ کیا اور خیریت دریافت کی۔ راقم نے عرض کیا کہ آپ کو یہ تکلیف روزوں کی وجہ سے ہوئی ہے۔ فرمایا: صرف گیارہ روزے رکھے تھے۔

اسکے بعد جناب عارف جاوید صاحب سے فرمایا کہ میں مولانا عبدالرحمن محدث مبارکپوری صاحب تحفۃ الاحوذی کی کتاب ’خیر المامون‘ (جود و جلدوں میں ہے) چھپوانا چاہتا ہوں۔ اس کی دوسری جلد میں نے کمپوز کرائی ہے اور پہلی جلد مجھے نہیں مل رہی۔ مجھے کہیں سے اصل کتاب یا اس کی فوٹو کاپی مہیا کرادیں تاکہ میں دونوں جلدیں اکٹھی شائع کر سکوں۔

مولانا عارف جاوید محمدی صاحب نے فرمایا کہ

”مولانا ارشاد الحق اثری، مولانا مبارکپوری کے ۹ رسائل اکٹھے ایک جلد میں شائع کر رہے ہیں، جس میں ’خیر المامون‘ بھی شامل ہے۔“

مولانا اثری صاحب بے شک شائع کریں مگر میں بھی یہ رسالہ ضرور شائع کروں گا۔ مولانا عارف جاوید صاحب نے اسی وقت بیگ سے سی ڈی نکال کر مولانا جانباڑ کے حوالے

کردی تو بہت خوش ہوئے اور انہیں دعائیں دیں۔ اس کے بعد محمدی صاحب نے مولانا جاناباز سے آٹو گراف لیا، مولانا جاناباز نے اپنے بھتیجے حافظ عبدالرحمن سے فرمایا کہ ”انجاز الحاجہ کا مکمل سیٹ (۱۲ جلد) اور دوسری میری جو تصانیف اس وقت موجود ہیں، مولانا عارف صاحب کو دی جائیں۔“

چنانچہ حافظ عبدالرحمن صاحب إنجاز الحاجہ کا مکمل سیٹ اور دوسری تصانیف اندازاً آٹھ عدد مولانا عارف کو لا کر دیں اور إنجاز الحاجہ کی پہلی جلد پر اپنے دستخط بھی کئے۔ ۵ دسمبر ۲۰۰۸ء کو راقم دوبارہ عیادت کے لیے گیا۔ پروفیسر عبدالعظیم صاحب نے ملاقات کرائی اور انہوں نے سہارا دے کر بٹھایا۔ دیکھتے رہے، لیکن گفتگو نہیں کر سکتے تھے۔ اس کے بعد روزانہ ٹیلی فون پر خیریت دریافت کرتا رہا، لیکن تسلی بخش جواب نہیں ملتا تھا اور یہی اندازہ ہوتا تھا کہ کسی وقت یہ شمع گل ہو جائے گی۔

ہفتہ کی رات گیارہ بجے حافظ عبدالرحمن صاحب کا ٹیلی فون آیا۔ میں سویا ہوا تھا، میرے بیٹے نے ٹیلی فون سنا۔ حافظ صاحب نے مولانا جاناباز کی وفات کی اطلاع دی اور دو بجے دوپہر جنازہ کی نماز کا ذکر کیا۔ مجھے میرے بیٹے نے صبح نماز فجر کے بعد بتایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ میں اپنے ایک دوست مولانا عبدالعزیز سیال کے ہمراہ تقریباً ۱۲ بجے جامعہ رحمانیہ پہنچ گیا۔ اس وقت مولانا کو غسل دیا جا رہا تھا۔

مولانا کے صاحبزادگان عبدالحلیم اور عبدالعظیم صاحبان اور بھتیجے حافظ عبدالرحمن صاحب اور مولانا مرحوم کے دیرینہ رفیق مولانا عطاء الرحمن اشرف سے ملے، تعزیت کی۔ اس کے بعد نماز ظہر ادا کرنے کے بعد پولیس گراؤنڈ (جہاں نماز جنازہ ادا ہوتی تھی) جنازہ کے ہمراہ گیا۔ گراؤنڈ میں ایک جم غفیر تھا۔ راقم نے اپنے ساتھی مولانا عبدالعزیز سیال سے دریافت کیا کہ آدمیوں کی تعداد کتنی ہوگی؟ تو انہوں نے بتایا کہ دس ہزار کے قریب ہوں گے۔

مولانا جاناباز کی وصیت کے مطابق نماز جنازہ پروفیسر ڈاکٹر فضل الہی برادر اصغر علامہ احسان الہی ظہیر شہید نے پڑھائی اور قبرستان حسین شاہ میں دفن ہوئے۔ اللہم اغفرہ وارحمہ واجعل مثواه الجنة الفردوس!